فلسطین اسرائیل تنازع اور اُمت مسلمہ کے کردار کا جائزہ

A Review of the Palestine-Israel conflict

And the Role of Muslim Ummah

Hafiza Aqsa Tariq
M. Phil Scholar
Institute of Islamic Science, PU, Lahore
Email: aqsa.tariq939@gmail.com

ABSTRACT

Palestine is a sacred region on earth called the land of the prophets. Countless prophets were sent to this holy land who preached the monotheism of the lord. This land has been the right of those who enforced the religion of Allah and the law from the beginning, but over time the Jews, through their cunning tricks, broke down the mountains of oppression on the Palestinian Muslims in order to dominate it. And the region has aggressively occupied parts of Palestine. These are the Jews who are fulfilling their ambitions under a well-laid plan. But sadly, the Muslim Ummah is silent on the atrocities against its Muslim brethren, just a few words of condemnation. However, the role of the Muslim Ummah should be to work together with Muslim countries at all levels and the entire Muslim Ummah to put an end to this barbarism wherever Muslims are being persecuted all over the world. We need to lift and unite. In this article, we will examine in detail the history of Palestine, the Palestinian-Israeli conflict and the role of the Muslim Ummah.

Keywords: Palestine, Palestine's history, Jerusalem (Alqudous), come into being Israel, Zionist movement, Role of Muslim Ummah.

فلسطین روئے زمین پر موجود ایک ایسا مقدس خطہ ہے جسے انبیاء کرام کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ اس مقدس سرزمین میں ان گنت انبیاء کرام مبعوث ہوئے ہیں جنہوں نے توحید ربی کا پرچار کیا۔ یہ زمین ابتداء سے ہی اُن لوگوں کا حق رہی ہے جنہوں نے اللہ کے دین کو بلند کرنے کی جدوجہد کی اور اس کی شریعت کا نفاذ کیا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہودیوں نے اپنی مکارانہ چالوں سے اس سرزمین پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے فلسطینی مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے اور فلسطین کے بعض حصوں پر زبردستی قبضہ جما لیا۔ یہی یہود ایک ترتیب شدہ منصوبے کے تحت اپنے عزائم کو پایا تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔ لیکن یہاں افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اُمت مسلمہ اپنے مسلمان بھائیوں پر ہونے والے مظالم پر، بس مذمت کے چند الفاظ منہ سے نکال کر خاموش ہو جاتے ہیں جبکہ امت مسلمہ کا کردار تو یہ ہونا چاہیے کہ دنیا بھر میں جہاں پر بھی مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے وہاں اس بربریت کو روکنے کے لیے تمام سطحوں پر مسلم ممالک اور پوری اُمت مسلمہ کو اپنے اپنے مفادات سے بالاتر ہو کر مل کر اقدامات اُٹھانے اور متحد ہونے کی ضرورت ہے۔ اس آرٹیکل میں، فلسطین، اس کی تاریخ، القدس، صہیونی تحریک، اسرائیل کی تشکیل، فلسطین-

اسرائیل تنازع، اور اُمت مسلمہ کے کردار کا جائزہ لیں گے۔

فلسطین کیا ہے؟

فلسطین کا لفظ عربی زبان کے لفظ فلاسٹن سے ہے۔ جبکہ یونانیوں کے ہاں فلسطین کا لفظ فلسطیہ سے ماخوذ ہے یہ نام یونانی مصنفوں نے فلستیوں کی سر زمین کو دیا ہے۔ جس نے 12 ویں صدی قبل مسیح میں جدید تل ابیب، یافو اور غزہ کے درمیان جنوبی ساحل پر ایک چھوٹی سی زمین پر قبضہ کیا تھا۔ فلسطین، مشرقی بحیرہ روم کے علاقے کا رقبہ، جدید اسرائیل کے حصے، اور غزہ کی پٹی کے فلسطینی علاقوں (بحیرہ روم کے ساحل کے ساتھ) اور مغربی کنارے (دریائے اردن کے مغرب) پر مشتمل ہے۔

فلسطین کی اصطلاح اس چھوٹے سے خطے کے ساتھ متنازعہ طور پر منسلک رہی ہے، جس پر بعض لوگوں نے زور دے کر اردن کو بھی شامل کیا ہے۔[1]

تاریخِ فلسطین

فلسطین کی تاریخ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے کافی قدیم ہے۔ یروشلم اور اس کے اطراف و اکناف کی کھدائیوں کے دوران کانسہ کے ابتدائی دور کے آثار نمودار ہوئے ہیں جو تقریباً 2600 سال قبل مسیح مانے جاتے ہیں۔ لیکن غالب گمان ہے کہ فلسطین کی تاریخ اس سے بھی قدیم ہے۔ کچھ ماہرینِ آثار قدیمہ کا کہنا ہے کہ تقریباً ساڑھے پانچ ہزار سال قبل مسیح یعنی آج سے ساڑھے سات ہزار سال قبل کئی قبائل دوسرے ملکوں سے نقل مکانی کر کے یہاں آئے تھے۔ اور بعض ماہرین کا گمان ہے کہ دس ہزار سال پہلے یہاں عرب آباد تھے جنھوں نے جیریکو شہر بسایا تھا۔ اموری اور آرامی یہاں بسنے والے پہلے قبائل تھے۔ ان کے بعد کنعانی آباد ہوئے جو 3000ق۔م جزیرہ نمائے عرب سے ترک وطن کر کے یہاں آئے تھے۔ تاریخی ریکارڈ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیمؑ نے یہیں سے انسانوں کو اللہ کی واحدانیت کا درس دیا تھا۔ آپ اللہ کے حکم سے عراق کے شہر "ار" سے ہجرت کر کے یہاں مقیم ہوئے تھے۔ پھر 1250ق۔م میں فلسطینی الیریا سے کنعان آئے اور اس کے جنوبی علاقے اور مشرقی ساحل پر آباد ہو گئے۔ فلسطینیوں اور کنعانیوں کے درمیان ازدواجی تعلقات کے نتیجہ میں ایک نئی قوم وجود میں آئی۔[2]

یونانی تاریخ میں، فلسطین میں متعدد گروہوں کی حکومت رہی ہے جن میں اسوری، بابل، پارسی، یونانی، رومی، عرب، فاطمی، سلجوک ترک، صلیبی، مصری اور مملوکس شامل ہیں۔[3] اس سرزمین میں متعدد انبیا کرام مبعوث ہوئے ہیں اور اسی سرزمین پر دنیا کی دوسری مسجد، "مسجد اقصیٰ" موجود ہے۔ یہ مسجد مسلمانوں کی متبرک ترین 3 مساجد (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبویؐ) میں سے ایک ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے حضرت محمدؐ سفر معراج کے لیے تشریف لے گئے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی سورت بنی اسرائیل میں کچھ یوں تذکرہ کیا گیا ہے۔

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی، اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔"[4]

اسی مناسبت سے مسجد کے ارد گرد کا علاقہ اور شہر یعنی سرزمین فلسطین بابرکت ہو گئی۔ اسی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی زبان سے

---

[1] https://birtannica.com/place/palestine ,Monday,May24,11:16am.

[2] سید اطہر، ارض مقدس فلسطین، چنتا منی پرینٹنگ پریس اورنگ آباد، جولائی ۲۰۰۳ء، ص:۱۵

Sayed Aṭhar, Arḍ-e-Muqaddas Falesṭīn, Chanta mani Printing Press Aurang Ābad, (July 2003 AD), Pg# 15

[3] https://google.com/amp/s/www.history.com/.amp/topics/middle-east/palestine ,August11,2017.

[4] الاسراء، ۱:۱۷

Al-Isrā ʾ, 17:1

مقدس قرار دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے نام لکھ دی۔"[5]

فلسطین میں موجود القدس ہی مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھا جس کی طرف منہ کر کے مسلمان نے سولہ سے سترہ مہینے تک نماز پڑھی۔ لیکن آپؐ کا جی چاہتا تھا کہ ہم بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں تو اللہ نے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت نازل فرما کر آپ کو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ ارشادِ ربانی ہے!

"ہم آپ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اُٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اب ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ کریں گے جس سے آپ خوش ہو جائیں آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور آپ جہاں کہیں ہوں اپنا منہ اسی طرف پھیرا کریں۔"[6]

بعض تاریخی کتب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ جو مسلمانوں کی قدیم ترین مسجدوں میں سے ایک ہے اور اس کی تعمیر میں حضرت یعقوبؑ نے بھی حصہ لیا تھا اس لیے یہاں یہودیوں کا زیادہ حق ہے، تو یہ سراسر بے بنیاد اور اغلاط سے بھرے ہوئے دعوے ہیں۔ کیونکہ یعقوبؑ موحد اور توحید پرست تھے جبکہ یہودی توریت میں تحریف کر کے مشرک ہو گئے۔ انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور بنی اسرائیل میں سے وہ مومن لوگ جنہوں نے موسیٰؑ کی پیروی کی اور ایمان لے آئے اور دین موسوی پر قائم رہے، یہود ان کے دین پر واپس نہیں آئے اور نہ ان کی شریعت پر عمل پیرا ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سرزمین کے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جو تمام انبیا کرام پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کے دین کو بلند اور اس کی شریعت کا نفاذ کرنے والے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے!

"یقیناً زمین اللہ کی ہی ہے۔ وہ جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث بنا دے اور آخر کامیابی انہیں کی ہوتی ہے جو متقی ہیں۔"[7]

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کوئی بھی بے دین اللہ تعالیٰ کی اس مقدس سرزمین کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ صرف یہی نہیں اگر کوئی اسلام کے ماننے والے بھی اللہ کی سرزمین پر اس کی شریعت کے برخلاف کوئی کام کریں تو امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ کی سربلندی اور شریعت کے نفاذ کے لیے ان سے بھی جہاد کرے۔

بیت المقدس کو سب سے پہلے حضرت عمر فاروق کے دور میں فتح کیا گیا۔ یروشلم پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد سے 20ویں صدی کے ابتدائی دور تک فلسطین دو وقفوں کو چھوڑ کر عرب مسلمانوں کے زیر اقتدار رہا۔ پہلا وقفہ 1099ء سے 1118ء تک تھا۔ 1200ء میں حضور ﷺ کے سفر معراج کی یاد میں اس کی تعمیر ہوئی۔ دوسرا وقفہ 1229ء میں شروع ہوا جبکہ جرمنی کے بادشاہ نے ایک صلیبی جنگ کے بعد یروشلم پر قبضہ کر لیا تھا لیکن 1239ء تقریباً دس سال کے بعد اس کا خاتمہ ہو گیا۔ 491ھ میں مسلمانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھا کر عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کا خون بڑی بے دردی سے بہایا۔ عیسائی قبضہ کے بعد ذبح کئے جانے والے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی آہ و بکاہ سے بیت المقدس گونج اُٹھا۔ پھر تقریباً 583ھ کے لگ بگ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح ہوئی اور ایک مرتبہ پھر بیت المقدس

---

5 المائدۃ،۵:۲۱

Al-Māʾidah, 5:21

6 البقرۃ،۲:۱۴۴

Al-Baqarah, 2:144

7 الاعراف،۷:۱۲۸

Al-Aʿarāf, 7:128

مسلمانوں کے اقتدار میں آ گیا۔[8]

تقریباً1517ء سے 1917ء تک فلسطین کے بیشتر حصوں پر سلطنت عثمانیہ نے حکومت کی اور یہ مسلسل چار سو سال تک جاری رہی۔ پھر 1918ء میں پہلی جنگ عظیم کا خاتمہ ہوا تو انگریزوں نے فلسطین کا کنٹرول سنبھال لیا۔ لیگ آف نیشنز نے فلسطین کے لیے ایک برطانوی مینڈیٹ جاری کیا جس کے تحت یہاں کا انتظامی کنٹرول برطانیہ کو دے دیا گیا تھا۔ اور اس مینڈیٹ میں فلسطین میں یہودی 'قومی وطن' کے قیام کی دفعات شامل تھیں جو 1923ء میں نافذ العمل ہوئیں۔[9]

فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کا قیام

برطانوی حکمرانوں نے دو عشروں کے سے زیادہ عرصے کے بعد 1947ء میں، اقوام متحدہ نے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ تجویز کیا، اور فیصلہ کیا کہ یروشلم کو بین الاقوامی شہر بنایا جائے۔

- ایک آزاد یہودی ریاست
- ایک آزاد عرب ریاست

یہودی رہنماؤں نے اس منصوبہ کو قبول کیا اور اسے اپنا تاریخی حق سمجھا جبکہ فلسطینیوں اور عربوں نے محسوس کیا کہ فلسطین کی اکثریتی آبادی کے حقوق کو نظر انداز کرنا گہری ناانصافی ہے۔[10]

مئی 1948 میں، فلسطین کے لیے پارٹیشن پلان متعارف ہونے کے ایک سال سے بھی کم عرصہ بعد برطانیہ، فلسطین سے علیحدگی اختیار کر گیا اور اسرائیل نے خود کو ایک آزاد ریاست قرار دے دیا جس کا مطلب تھا کہ پارٹیشن پلان پر عمل درآمد ہو چکا ہے۔ اسرائیل کا قیام مسلم اُمہ کے قلب میں خنجر کی طرح پیوست ہونے کے مترادف تھا۔ بین الاقوامی تمام تنظیمیں بھی فلسطین پر اسرائیل کا حق سمجھتے تھے۔ اسی کا جواب علامہ اقبال نے "ضربِ کلیم" میں کچھ یوں دیا ہے۔

"ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا؟
مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا!"[11]

فلسطین اسرائیل تنازع

---

[8] سید اطہر، ارض مقدس فلسطین، ص:۲۸۔۳۰
Sayed Aṭhar, Arḍ-e-Muqaddas Falesṭīn, Pg# 28-30

[9] https://google.com/amp/s/www.history.com/.amp/s/www.history.com/.amp/topics/middle-east/palestine ,August11,2017.

[10] UN partition plan
News.bbc.co.uk/2/hi/in_depth/middle_east/Israel_and_the_palestinians/key_docoments/1681322.stm, Thursday,29November,2001,11:37GMT.

[11] علامہ اقبال، ضربِ کلیم، الفیصل ناشران، لاہور، جولائی طبع اول، ۱۹۳۶ء، ص:۱۵۶۔۱۵۷
Allamah Iqbāl, Ḍarb-e-Kalīm, Al-Faisal Nāshirān, Lahore, Edition: 1, (July 1936 AD), Pg# 156-157

اسرائیل کے قیام کے فوراً بعد ہی ہمسایہ عرب فوجیں اسرائیل ریاست کے قیام کو روکنے کے لیے حرکت میں آ گئیں۔1948ء کو عرب اسرائیل جنگ کے نتیجے میں اسرائیل اور پانچ عرب اقوام اردن، عراق، شام، مصر، اور لبنان شامل تھے۔ جولائی 1949ء میں جنگ کے خاتمے تک، اسرائیل نے سابق برطانوی مینڈیٹ کے دو تہائی سے زیادہ حصے پر قبضہ کر لیا، جبکہ اردن نے مغربی کنارے مصر اور غزہ کی پٹی کا کنٹرول سنبھال لیا۔1948ء کے اس تنازعہ نے یہودیوں اور فلسطینی عربوں کے مابین جدوجہد کا ایک نیا باب کھولا۔1948ء کی جنگ کے بعد 1967ء میں چھ روز اسرائیل اور اس کے ہمسایہ ممالک کے مابین سفارتی تنازعات اور تصادم کے ایک غیر مستحکم دور کے دوران شروع ہوئی۔

اپریل 1967ء میں، اسرائیل اور شام کی جانب سے زبردست ہوائی اور توپ خانے کی لڑائی کے بعد جھڑپیں اور بڑھ گئیں، جس میں شام کے چھ لڑاکا طیارے تباہ ہوئے۔ اپریل کی ہوائی لڑائی کے تناظر میں سویت یونین کے مصر کو یہ انٹیلی جنس فراہم کی، کہ اسرائیل شام کے ساتھ اپنی شمالی سرحد پر فوجیوں کو بڑے پیمانے پر حملے کی تباہی کے لیے منتقل کر رہا ہے۔ اس کے بعد اسرائیل ڈیفنس فورسز نے 5 جون 1967ء کو مصر کے خلاف ایک سابقہ فضائی حملہ کیا۔ دونوں ممالک نے دعویٰ کیا کہ وہ اس تنازعہ میں اپنے دفاع کے لیے کام کر رہے ہیں۔ جنگ کے اختتام تک، اسرائیل نے غزہ کی پٹی، مغربی کنارے، جزیرہ نما سینا، بحیرہ روم، اور بحر احمر کے درمیان واقع ایک صحرائی علاقہ اور گولان کی پہاڑیوں (شام اور جدید اسرائیل کے درمیان ایک چٹانی سطح) کا کنٹرول حاصل کر لیا۔1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے نتائج آنے والی کئی دہائیوں کے دوران اسرائیل اور اس کے ہمسایہ ممالک کے مابین کشیدگی اور مسلح تصادم کا باعث بنے۔[12]

فلسطین لبریشن آرگنائزیشن

فلسطین لبریشن آرگنائزیشن کا قیام مئی 1964ء میں اردن میں ہوا تھا۔ یہ ایک گروپ تھا جو مختلف بین الاقوامی تنظیموں کو ایک بینر کے تحت جوڑنے کے لیے ترتیب دیا گیا تھا اس کا بنیادی مقصد اقوام متحدہ کی جانب سے اسرائیل کے حوالے کردہ زمین حاصل کرنا تھا۔[13] یاسر عرفات 1969ء تک اس تنظیم کے چیئرمین رہے۔

1987ء تک فلسطین لبریشن آرگنائزیشن فلسطینیوں کے لیے کوششیں کرتی رہی۔ فلسطینیوں کے لیے قومی اتحاد اس وقت کا نعرہ تھا، یہ آرگنائزیشن "فلسطینیوں کی آزادی" کے لیے لڑنے کے لیے تیار تھی۔ دسمبر 1988ء میں ایک اسرائیلی ڈرائیور نے غزہ میں 4 فلسطینی مزدوروں کو ہلاک اور 9 کو زخمی کر دیا اور اسرائیلی ڈرائیور اپنی کار لے کر بھاگ گیا۔ اس واقعہ نے فلسطینیوں کے مظاہروں کو جنم دیا جو مقبوضہ علاقوں میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ نومبر 1988ء فلسطین کی قومی کونسل کا الجیرز میں اجلاس ہوا اور یاسر عرفات نے ریاستِ فلسطین کے قیام کا اعلان کیا۔ اس انتفادہ (بغاوت) نے فلسطین کے مسلہ کو دنیا کی سرخیوں پر کھڑا کر دیا۔[14]

1947ء کو جب فلسطین کو تقسیم کر کے دو ریاستیں بنانے کا اعلان کیا تب سے ہی خانہ جنگی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اسرائیل کی ریاست کا قیام وزیر اعظم (David Lloyd George) کی سربراہی میں 14 مئی 1948ء کو برطانوی مینڈیٹ کے خاتمے کے ساتھ ہوا تھا۔ امریکہ اور سویت یونین نے

---

[12] https://google.com/amp/s/www.history.com/.amp/s/www.history.com/.amp/topics/middle-east/palestine ,August11,2017.

[13] https://historylearningsite.co.uk/modern-world-history-1918-to-1980/the-middle-east-1917-to-1973/the-palestinion-liberation-organization/ May26,2015.

[14] https://aljazeera.com/program/plo-history-of-a-revolution/2009/8/16/plo-history-of-a-revolution-intifada ,May4,2021.

اسے فوری طور پر قبول کر لیا لیکن اس سے عرب اسرائیل جنگ کا آغاز ہوا تھا، جس میں 3،000 کی تعداد دیکھی گئی۔ مزاحمتی جنگجو اس نئی قوم (اسرائیل) کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور 700،000 فلسطینی عوام کو اردن، لبنان، شام، مصر اور غزہ میں پناہ لینے کے لیے مجبور کر دیا۔ فلسطینی عوام کے بے گھر ہونے کا یہ واقعہ ہر سال اسی تاریخ کو "یومِ نقاب" کے نام سے منایا جاتا ہے جو عربی زبان میں 'تباہی' کے نام سے منسوب ہے۔

1967ء میں غزہ کی پٹی، مغربی کنارے، گولن کی پہاڑیوں اور مصری سینا پر اسرائیل کی فوجی پیش قدمی نے خون ریزی کو جنم دیا اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 242 نے اسرائیل کو اپنے زیر قبضہ علاقوں سے دستبرداری کا حکم دیا لیکن اس نے اس کونسل کی قرارداد کو نظر انداز کر دیا۔ 1970ء میں اردن اور فلسطینی فوجیوں کے ساتھ مزید لڑائی کے بعد سلامتی کونسل نے ایک مرتبہ پھر جنگ بندی کا مطالبہ کیا لیکن اسرائیل نے انکار کر دیا۔

صہیونی تحریک کا قیام

مسلہ فلسطین کی جڑیں 19 ویں صدی کے آخری برسوں میں یا بالفاظ دیگر اسی دور میں پیوست ہیں جسے ہم آج کل استعماریت اور نو آبادیت کہتے ہیں۔ یہودیوں کی مشہور تحریک جو صہیونی تحریک کے نام سے جانی جاتی ہے اس کا آغاز 27 اگست 1897ء کو سوئیزر لینڈ میں منعقد پہلی صہیونی کانگریس کے ساتھ عمل میں آیا تھا۔ لیکن فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کی سازش اس سے کافی عرصہ پہلے رچی جا چکی تھی۔[15]

صہیونی تحریک کا مقصد یورپی تارکین وطن کی جانب سے فلسطین کی تسخیر تھا۔ اور یہ نظریہ فلسطینی عوام کے خلاف استعمال کیا گیا۔ صہیونیت جو سامراج پرست، استعماریت پرست، قوم پرست، اور نسل پرست اسرائیلی تحریک ہے جو اپنے سامراجی حلیفوں کے اشتراک سے سرزمین فلسطین پر یورپی یہودیوں کو بسانے اور فلسطینی عربوں کی املاک و جائیداد کو غصب کرنے میں کامیاب ہو گئی۔[16]

یہودی بستیوں کی آبادکاری میں یہودی مصنفین کا کردار

18 ویں صدی سے 19 ویں صدی تک کے عرصے کے دوران، روشن خیالی، بیداری، اصلاح اور قومیت کے نام پر یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرانے کے لیے بہت سی تنظیموں اور مصنفوں نے اپنا اپنا کردار ادا کیا۔

1861ء میں یہودی جرمن Hersh Kalishar کی کتاب "The Search for Zion" (صہیونیت کی تلاش) کی اشاعت ہوئی۔

1882ء میں علیحدہ یہودی مملکت کے قیام پر زور دینے کے لیے Leo Rinskar نے ایک پمفلٹ جاری کیا۔

Moses Hess نامی ایک شخص کی کتاب "Rom and Jerusalem" (روم اور یروشلم) نے اس کو مزید بڑھاوا دیا۔

ان کے علاوہ یہودی سرمایہ داروں نے جن میں یرن، مارسٹز، ہرش، ایڈمنڈ اور روتھ شیلڈ ایسے لوگ تھے جنھوں نے فلسطینی علاقوں میں زمینیں خرید خرید کر یہودیوں کو آباد کیا۔

1896ء میں آسٹریائی یہودی "تھیوڈر ہرزل" نے "The Jewish State" نامی کتابچہ شائع کیا۔ اس میں اس نے ارضِ مقدس یعنی فلسطین کی طرف اشارہ کیا۔[17]

---

15 سید اطہر، ارض مقدس فلسطین، ص:۳۱

Sayed Aṭhar, Arḍ-e-Muqaddas Falesṭīn, Pg# 31

16 صفدر حسین، فلسطین، پارس پبلیکیشنز، حیدر آباد، جنوری ۱۹۹۰ء، ص:۱۰۴۔۱۰۵

Ṣafdar Ḥussain, Falesṭīn, Pāris Publications, Ḥaider Ābād, (January 1990 AD), Pg# 104-105

17 سید اطہر، ارض مقدس فلسطین، ص:۳۲

Sayed Aṭhar, Arḍ-e-Muqaddas Falesṭīn, Pg# 32

اس کے بعد سے یہودیوں نے تاریخ کو مسخ کرکے پیش کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ فلسطین میں قومی قیام گاہ یعنی اسرائیلی مملکت قائم کر سکیں۔عربوں کو تارکِ وطن کرکے 1964 سے 1982 کے درمیان جو یہودی بستیاں فلسطین میں بسائی گئیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- 1976ء سے 1980ء کے درمیان بیت المقدس میں دس محلے
- 1980ء سے 1982ء کے درمیان بیت المقدس میں 18 آبادیاں
- 1967ء سے 1980ء کے درمیان بیت المقدس کے اطراف واکناف میں 15 بستیاں
- 1968ء سے 1972ء تک اغوا اور اریحا میں 28 نو آبادیاں
- 1972ء تک رملہ اور البیرہ میں 16 نئی بستیاں
- 1982ء تک غزہ میں 11 نو آبادیاں
- 1967ء سے 1981ء کے درمیان الخلیل اور اس کے اطراف 44 نو آبادیاں
- 1972ء تک مشارف رفع اور سینا میں 24 بستیاں
- 1982ء تک نابلوس کے علاقہ میں 39 نو آبادیاں
- 1982ء تک گولان کی پہاڑیوں پر 35 بستیاں[18]

امن کی طرف ایک قدم

بیت المقدس اور فلسطین کی آزادی کے حصول کے لیے انتفاضہ تحریک خالص اسلامی بنیادوں پر پہلی مرتبہ 1980ء میں وجود میں آئی۔ فلسطین اور اسرائیل کے مابین امن کی طرف اضافی اقدامات اس وقت ہوئے جب PLO نے اقوام متحدہ کی قرار داد وں 242 اور 338 کو قبول کیا اور اسرائیل کی ریاست کو بالضابطہ طور پر تسلیم کیا۔

1991ء اور 1992ء میں مذاکرات ایک بار پھر تعطل کا شکار ہوئے بعد میں 1993ء میں، اوسلو معاہدے پر اسرائیلی وزیر اعظم یزاک رابین اور PLO کے چیئرمین یاسر عرفات نے دستخط کیے۔ جس میں فلسطینی خود مختار عبوری حکومت، فلسطینی نیشنل اتھارٹی، اور اب بھی وسیع پیمانے پر زیرِ غور علاقوں سے اسرائیلی دفاعی دستوں کے انخلا کی فراہمی فراہم کی گئی۔

ایک دوسرا معاہدہ اوسلو دوم، 1995ء میں ہوا اور اس میں مغربی کنارے اور غزہ کے کچھ حصوں سے اسرائیلی فوج کے مکمل انخلا کی بنیاد رکھی۔ بد قسمتی سے، اوسلو معاہدے اسرائیلی اور فلسطینیوں کو امن کے مکمل منصوبے پر متفق ہونے پر لانے کے اپنے حتمی مقصد میں ناکام رہے۔ 2002ء میں دوسرے انتفاضہ میں اسرائیل کو مغربی کنارے کے شہروں میں دوبارہ قبضہ کرتے دیکھا گیا۔ اور 2004 میں عرفات کی ہلاکت سے مزید حالات خراب ہوگئے۔ اس وقت کے بعد سے، تشدد کی واپسی ہوئی، اسرائیل نے 2006 میں حزب اللہ لبنان کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ اور غزہ میں، حماس[19] پر بار بار حملے شروع کیے تھے۔

جس میں آپریشن کاسٹ لینڈ 2008ء، آپریشن پلر آف ڈیفنس 2012ء اور آپریشن حفاظتی ایج 2014ء شامل تھے۔

2017ء، 2018ء، میں "Al Nakba" کے موقعہ پر مزید پر تشدد حملوں کا سلسلہ شروع ہوا، اور ڈونلڈ ٹرمپ کے بطور امریکی صدر کے انتخاب

---

18 سید اطہر، ارض مقدس فلسطین، ص:۸۳

Sayed Aṭhar, Arḍ-e-Muqaddas Falesṭīn, Pg# 83

19 فلسطینی قانون ساز اسمبلی میں کامیاب ہونے والی ایک سنی اسلام پسند عسکریتی گروپ

نے صورتحال کو مزید ہلا کر رکھ دیا۔ سابق ریئلٹی ٹیلی ویژن اسٹار نے اسرائیلی وزیر اعظم 'بنجمن نیتن یاہو' سے دوستی کی، اور امریکی سفارت خانے کو تل ابیب سے یروشلم منتقل کرنے کے اعتراف کے اشارے کے طور پر بتایا کہ گولان کی پہاڑیوں کو نامزد کرنے سے پہلے یہ شہر اس کا دار الحکومت ہے۔ بطور اسرائیلی سرزمین، وسیع بین الاقوامی اتفاقِ رائے کے منافی خطے کو غیر قانونی طور پر جوڑ لیا گیا۔[20]

آزاد فلسطینی ریاست کے لیے فلسطینیوں کی جدوجہد

فلسطینیوں کی اسرائیل کے خلاف 1948ء سے شروع ہونے والی جدوجہد آج بھی جاری ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے حقوق کی جنگ لڑی ہے۔ مظلوم فلسطینی نوجوانوں اور معصوم بچوں کے سنگریزوں کا مقابلہ مسلح اسرائیلی افواج سے رہا ہے۔ اسرائیلی فوج جو آنسو گیس، ربر، پلاسٹک کی گولیاں، دستی بم اور بندوقوں کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ بے گھر فلسطینیوں کی ہمیشہ سے ہی یہ خواہش رہی ہے کہ وہ اپنے گھروں کو واپس آئیں اور ایک آزاد جمہوری فلسطینی ریاست میں اپنی زندگی گزاریں، لیکن بدقسمتی سے فلسطینیوں کو 3 زمروں میں تقسیم کیا جاتا رہا ہے۔

- ڈیڑھ ملین کے قریب فلسطینی، اسرائیل میں رہ رہے ہیں۔ اور وہ اپنے ساتھ برتے جانے والے امتیازی سلوک کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں حالانکہ وہ اسرائیلی شہریت رکھتے ہیں۔
- دوسرے وہ فلسطینی جو غزہ اور مغربی کنارہ بشمول یروشلم میں آباد ہیں اور اسرائیلی قبضہ کا سامنا کر رہے ہیں۔
- تیسرا گروہ جو سمندر پار یعنی دنیا بھر میں مقیم ہیں اور اپنی واپسی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں تاکہ اپنے گھروں میں واپس آباد ہو سکیں۔[21]

فلسطین کی موجودہ صورتحال اور فلسطین۔ اسرائیل تنازع کی بنیادی وجوہات

فلسطینی اپنی آزادی اور اپنے حقوق کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے جب تک ایک آزاد فلسطینی ریاست جس کا دارالحکومت بیت المقدس ہو، کا قیام عمل میں نہیں آتا۔ مسلمانوں کو مسلہ یہودی مذہب سے نہیں ہے بلکہ اصل مسلہ اسرائیل کا فلسطین پر غیر قانونی قبضہ کا ہے۔ فلسطین کے علاقے غزہ کو کئی سالوں سے اسرائیلی معاصرہ کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔ وہاں کے لوگ نہ تو آزادانہ طور پر نقل و حرکت کر سکتے ہیں، نہ کچھ درآمد اور برآمد کر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ غزہ ایک جھیل کی مانند ہے، جہاں کے لوگ اپنی مرضی کے مطابق کوئی بھی کام سرانجام دینے سے قاصر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی جب چاہے فلسطینیوں پر فضائی حملہ کر کے ان کی تباہی کا باعث بن رہے ہیں اب یہ حملے صرف فضائی حملوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ اب ان پر زمینی حملے بھی کئے جاتے ہیں۔ موجودہ آپریشن میں ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ فلسطینیوں کا کس قدر جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں اسرائیل کے چند فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے سب کا یہ کہنا ہے کہ "سیز فائر" (جنگ بندی) ہونا چاہیے، یہ کہنا آسان ہے مگر سیز فائر کا مطلب فقط یہ ہے کہ صورتحال جہاں ہے وہی جام ہو جائیں گے اور فلسطینیوں پر روزمرہ کے مظالم جاری رہیں گے اور ان کی مشکلات حل نہیں ہوں گے جن کی وجہ سے وہ اسرائیل کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں۔ اسی لیے عسکریتی گروپ حماس کا یہ موقف ہے کہ وہ جنگ بندی پر تب ہی راضی ہوں گے جب ان کے قیدیوں کو انصاف فراہم کیا جائے گا۔

---

[20] Joe Summer lad, **A brief history of the Israel-Palestinian conflict**, Retrieved from, https:// independent.co.uk/news/world/middle-east/Israel-palestine-war-history-gaza-b1850628.html, on May20,2021,9:28am.

[21] ولید ابو علی (سفیر فلسطین برائے پاکستان)، مسئلہ فلسطین اور غزہ کی موجودہ صورتحال، (ماہنامہ) مرآۃ العارفین انٹرنیشنل، اگست ۲۰۱۴، ج۱۴، شمارہ نمبر، ۴، ص:۴
Walīd Abū ʿAlī, Masʾala Falesṭīne aur Ghazzah kī Maujūdah Ṣūrat Ḥāl, Māhnāmah Mirʾat al-ʿĀrifīn International, (August 2014 AD), Vol 14, Issue #4, Pg# 4

- غزہ کا محاصرہ ختم کیا جائے۔
- وہاں کے لوگوں کو انصاف فراہم کیا جائے اور باہر کی دنیا سے آزادانہ تعلقات قائم کرنے دیا جائے۔
- فلسطینیوں کو ملک کے اندر بھی آمد ورفت کی مکمل آزادی ہو۔
- انہیں مسجد اقصیٰ میں جانے اور نماز ادا کرنے کی مکمل اجازت ہو۔[22]

یہ وہ بنیادی وجوہات ہیں جن کی بناپر وہ سیز فائر کے لیے راضی نہیں ہو رہے۔ آج مسلمان مردوں، عورتوں، اور بچوں کے خون میں ڈوبا ہوا فلسطین تمام اُمت مسلمہ کو مدد کے لیے کچھ اس طرح پکار رہا ہے۔

"پیغمبروں کی سرزمین ظلم کا کاروبار۔۔۔۔۔۔
دردو کراہ میں ڈوبی ہوئی آواز۔۔۔۔۔۔۔۔۔
'میں فلسطین ہوں!'
اندھیرا! سکوت!! سائے!!!
خنجر۔۔۔۔۔خون۔۔۔۔۔خنجر
میں غور کرتا ہوں
میرے سامنے عالم اسلام کا نقشہ ہے
اور خنجر عالم اسلام کے قلب میں پیوست ہے!
چاروں طرف تاریکی۔۔۔۔۔
میں چونک پڑتا ہوں!
دردو کراہ میں ڈوبی ہوئی آواز
'میں فلسطین ہوں!'
فلسطین مجھ سے مخاطب ہے
فلسطین آپ سے مخاطب ہے
فلسطین دنیا کے تمام مسلمانوں سے مخاطب ہے!
میں فلسطین ہوں!
نسل انسانی کی تاریخ کا خالق
آدمؑ کے آنسو میری گھٹی میں پڑے ہیں!
آدمؑ کے بیٹوں نے میری آغوش میں پرورش پائی
یعقوبؑ کی محبت، اس کی خوشبو آج بھی میری فضاؤں میں موجود ہے

[22] ایمبیسڈر (ر) خالد محمود، مسئلہ فلسطین مشکلات وامکانات، (ماہنامہ) مرآۃ العارفین انٹرنیشنل، ستمبر ۲۰۱۴، ج۱۵، شمارہ نمبر ۴، ص: ۴
Ambassador ® Khālid Maḥmūd, Masʾala Falesṭīne: Mushkilāt O Imkānāt, Māhnāmah Mirʾat al-ʿĀrifīn International, (September 2014 AD), Vol 15, Issue #4, Pg# 4

یوسفؑ کے حسن کی روشنی آج بھی میرے آنچلوں سے پھُوٹتی ہے
میں فلسطین ہوں——— خاک!
وہ خاک جس پر یزداں نے پیغمبروں کی تخلیق کی
پیغمبر———یعنی تقدیس!
لاکھوں پیغمبر———!
لاکھوں پیغمبروں کی تقدیس "میرے دامن" میں جذب ہے!
میرے دامن میں اَن گنت کہانیاں پوشیدہ ہیں
میری آنکھوں میں اَن گنت واقعات بسے ہوئے ہیں
پیغمبروں کے واقعات———!
میں نے داؤدؑ کو اپنے ہاتھوں سے مسجد تعمیر کرتے دیکھا ہے
ابراہیمؑ کی قربانی کے وقت میں موجود تھا
خدا کے حضور میں موسیٰؑ کی سرگوشیاں میں نے سُنی ہیں
صلیب پر عیسیٰؑ کی مسکراہٹ میں نے دیکھی ہے!
میں نے خدا کے محبوبؐ کے قدموں کو چوما ہے
رسول اللہ کے سجدوں کے نشانات!
اور ایک رات!———معراج کی رات!!
میرے ہی حصے میں آئی!
مجھے پاک گھر کہا جاتا ہے
میں عمر فاروق رضی اللہ کا فخر ہوں
میں صلاح الدین ایوبیؒ کی امانت ہوں!
پیغمبروں کی سرزمین ہوں!
میں فلسطین ہوں!
آج میرے سینے میں خنجر پیوست ہے!
پیغمبروں کا تقدس خوں آلود ہے
ہزاروں چنگیز و ہلاکو، میسولینی و ہٹلر——— قابض!
اذانیں———مقیدّ!
عبادت گاہیں———شیطان کا غرور!
سجدوں کے نشانات———یہودیوں کے بُوٹ!
مقدس مقامات———اسرائیلی توپوں کا حصار!

درد و کرب میں ڈوبی ہوئی آواز ـــــــــــــــــ
'میں فلسطین ہوں!'
آج میرے سینے میں خنجر پیوست ہے
پیغمبروں کی سرزمین پر ظلم کا کاروبار جاری ہے!
اور دُنیا میں مسلمان زندہ ہیں!؟---------- ؟
فلسطین مجھ سے مخاطب ہے
فلسطین آپ سے مخاطب ہے
فلسطین پوری دُنیا کے مسلمانوں سے مخاطب ہے!!
درد و کرب میں ڈوبی ہوئی آواز ـــــــــــــــــ
"میں فلسطین ہوں!"[23]

امت مسلمہ کے کردار کا جائزہ

فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم کی اگر بات کی جائے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اسرائیل اور عرب ممالک کے مابین بہت سی جنگیں لڑی گئیں۔ پہلی جنگ 1948ء، دوسری 1956ء، تیسری 1967ء، اور چوتھی 1973ء میں لڑی گئیں۔ ان تمام جنگوں میں فلسطینیوں کو صرف نقصان اُٹھانا پڑا جبکہ اسرائیل مزید فلسطینی علاقوں پر قبضہ کرتا گیا۔

فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف آواز اٹھانے کی اگر بات کی جائے تو اقوام متحدہ ایک ایسی سکیورٹی کونسل ہے جس پر پانچ مستقل ممبران کا غلبہ ہے اور اس وقت تک کسی مسلے پر ایکشن نہیں لیا جاتا جب تک یہ پانچ مستقل ممبران اس پر تیار نہ ہوں۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسرائیل کے خلاف ایکشن کے لیے امریکہ، فرانس، اور برطانیہ تیار نہیں ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ سیز فائر کا کہہ دیتے ہیں جو کہ کافی نہیں ہے۔ دوسری طرف او آئی سی ہے جس کا حال ہی میں جدہ میں اہم اجلاس ہوا ہے جس میں اسرائیلی اقدامات کی مذمت کی گئی ہے اور اقوام متحدہ کو ایکشن لینے کے لیے کہا، مسلم دنیا اور عالمی برادری پر زور دیا کہ غزہ کے لوگوں کو ریلیف پہنچایا جائے اور یہی سب او آئی سی کر سکتی ہے۔ یہ ادارہ تب تک مؤثر نہیں بن سکتا جب تک اس کے ممبر ممالک اسے ایک مؤثر ادارہ بنانے میں اپنا اپنا کردار ادا نہیں کرتے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے خلاف، اس تنظیم کا کردار مایوس کن ہے۔[24]

مسلمانوں کی کوتاہ اندیشی، خود غرضی، غلط فیصلوں، عدم جمہوریت، اور حقائق کی بنیاد پر حکمت عملی نہ اپنانے کی روش نے اسرائیل کے قیام کو آسان بنا دیا خصوصًا تب جب پہلی جنگ عظیم میں عربوں نے برطانیہ کا ساتھ دیا۔ فلسطین کے معاملے میں عربوں نے ہمیشہ حکمت عملی اور زمینی حقائق کے خلاف قدم اٹھایا۔ اگر 1948ء میں عرب، اقوام متحدہ کی قرارداد منظور کر لیتے اور اپنے زیر قبضہ علاقہ میں فلسطینی ریاست بنا دیتے تو

---

23 صفدر حسین، فلسطین، ص:۳-۶

Ṣafdar Ḥussain, Falesṭīn, Pg# 3-6

24 ایمبیسڈر (ر) خالد محمود، مسئلہ فلسطین مشکلات و امکانات، ص:۵

Ambassador ® Khālid Maḥmūd, Mas᾽ala Falesṭīne: Mushkilāt O Imkānāt, Pg# 5

آج اسرائیل سے گفت وشنید آسان ہو جاتی اور یروشلم سمیت بیت المقدس مسلمانوں کے پاس رہتا۔[25]

حال ہی میں رمضان کے مہینہ میں فلسطینی مسلمانوں پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے گئے ان پر زمینی اور فضائی حملے کئے گئے اور امت مسلمہ کے مسلم حکمران چند الفاظ مذمت کے منہ سے نکال کر خاموش ہو گئے جبکہ امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری تھی کہ سب مل کر مسلم حکمرانوں پر دباؤ ڈالتے اور جہاں جہاں دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ ظلم وزیادتی ہو رہی ہے وہاں وہاں ان مظالم کو روکنے کے لیے عملی اقدامات اور واضح موقف اپناتے، لیکن بد قسمتی سے مسلم اُمہ، مسلم ممالک، اور عرب لیگ اپنے اپنے اندرونی مسائل سے دوچار ہیں۔ مسلہ فلسطین پوری اُمت مسلمہ کا مسلہ ہے اور پوری دنیا میں موجود مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسلہ فلسطین کو اولین ترجیح دیں۔ فلسطین کو تمام جائز حقوق دلانے کے لیے صحیح قیادت کی ضرورت ہے، کوئی ایسا لیڈر جس کے جھنڈے تلے تمام مسلم ممالک جمع ہو کر ایک ہی ایجنڈا لے کر چلیں۔ جب تک امت مسلمہ اپنے دل وجذبات کے ساتھ ساتھ عملی طور پر فلسطین کی مدد نہیں کرتے تب تک بیت المقدس کو آزاد کرانا تو دور کی بات، مسلم اُمہ مسائل سے نکل نہیں پائے گی۔

خلاصہ بحث

خطہ فلسطین انبیا کرام کی سرزمین ہونے کی وجہ سے بہت بابرکت ہے۔ اور قرآن وسنت سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ نہ تو یہ سرزمین یہودیوں کی ملکیت ہے اور نہ ہی یہ زمین عیسائیوں کی ملکیت ہے بلکہ یہ زمین اللہ کی طرف سے ان لوگوں کا حق ہے جو تمام انبیا کرام پر ایمان لاتے ہیں۔ اس لیے اس سرزمین پر یہودی ملکیت کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ فلسطینیوں پر اسرائیلی فوج کے مظالم، مسلم ممالک اور اُمتِ مسلمہ کی غفلت، کوتاہ اندیشی، مفاد پرستی اور خود غرضی کا نتیجہ ہے۔ آج اُمت مسلمہ کی نااتفاقی نے مسلم مخالف دشمنوں کو طاقتور بنا دیا ہے۔ اُمت مسلمہ کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ ان کو غفلت سے بیدار ہو کر متحد ہونے اور عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے، تب ہی بیت المقدس اور فلسطین کو یہودیوں کے ظلم و ستم سے آزادی دلائی جا سکتی ہے اور پوری دنیا میں بسے مسلمانوں پر ہونے والی زیادتی اور مظالم کو روکا جا سکتا ہے۔

تجاویز وسفارشات

1) تمام مسلم ممالک کو مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کو روکنے کے لیے سفارتی محاذ پر اپنے تعلقات بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔
2) مسلہ فلسطین کے حوالے سے ہمارے صحافیوں، اسکالرز، اور دیگر لوگوں کو اس ضمن میں فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔
3) مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کو روکنے کے لیے عالمی سطح پر عملی اقدامات کرنے چاہیے۔ اور اگر ضرورت ہو تو ان کے خلاف جہاد کیا جائے۔
4) ہمارے علماء کرام کو بیت المقدس کی اہمیت کے حوالے علمی و آگاہی سیمینارز منعقد کرنے چاہیں۔
5) ہمارے تعلیمی نصاب میں بھی بیت المقدس کی اہمیت کے حوالے سے کچھ سلیکٹڈ مضامین شامل ہونے چاہیں۔
6) مسلم ممالک کو فلسطینیوں کو انصاف فراہم کرانے کے لیے تمام اسرائیلی اور اسلام مخالف ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔

---

25 محمد نصر اللہ المانی، اے فلسطین کیا تجھے بس رویا ہی جائے گا؟، روزنامہ نوائے وقت، ٦نومبر ٢٠١٨ء
Muḥammad Naṣrullah Almānī, Ae Falesṭīne Kyā Tujhe bs Royā hī Jāye Gā? Roznāmah Nawāye Waqt, (6 November 2018 AD)